OPEN ACCESS
RUSHD
(Bi-Annual Research Journal of Islamic Studies)
Published by: *Lahore Insititute for Social Sciences, Lahore.*

ISSN (Print): 2411-9482
ISSN (Online): 2414-3138
Jul-Dec-2022
Vol: 3, Issue: 2
Email: journalrushd@gmail.com
OJS: https://rushdjournal.com/index

محمد نصر اللہ[1]
ڈاکٹر عطاء الرحمٰن[2]

قرن اول کی مسلم خواتین کا پارچہ بافی اور فنِ دباغت میں کردار، عصر حاضر کی خواتین کے لئے مشعلِ راہ

Role of Muslim Women in Industries of Textile and Tanning during the First Century A.H: A beacon for Contemporary Women

Abstract

Islam provides thorough guidance in all the spheres of human life for all times. It guides the humanity in religious, social, financial, economic, political and all other areas of life. Its teachings are beneficial for human beings without any distinction of color, caste, race or sex. Like all other fields of life, the discipline of economics was given special significance in Islam as most of worldly affairs are centered on it. The major responsibility of financial matters was put on the shoulders men simultaneously women were also allowed to partake in financial activities to meet the domestic necessities. Different areas of finance such as agriculture, trade and industry are open for them. The study is fundamentally designed to express the participation of women in industry of Textile and Tanning

1 پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، لاہور گیریژن یونیورسٹی، لاہور
2 اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، لاہور گیریژن یونیورسٹی، لاہور

during the first century A.H. This is an analytical study. The data is gathered from secondary sources; books, articles and online sources. The study suggests guidelines for contemporary women in the light of exemplary role of Muslim women (Sahaabiat and Taabiyat) during the era of the Holy Prophet Muhammad ﷺ, pious caliphate and early Umayyad Dynasty. The women of that era struggled hard to avail legitimate sustenance through their handicrafts and skills. They pursued financial independence and high rank by the outcome of their economic trade and crafts. This study is a source of encouragement for the present-day women.

Key Words: Discipline, Finance, Economic, Women, Legitimate, Industry, Craft, Textile, Tanning, First Century Muslim Women

تعارف

اسلام ایک جامع ضابطہ حیات ہے جو معاشرت، معیشت، اقتصادیات اور سیاست غرض جملہ شعبہ ہائے زندگی میں کامل رہنمائی مہیا کرتا ہے۔ چونکہ قومی زندگی کی بنیادی جہات میں معیشت کو مرکزی حیثیت حاصل ہے، اسی لئے اسلام نے اس کے بارے میں واضح تعلیمات دی ہیں۔ ماہرینِ معاشیات کے نزدیک زراعت، صنعت و حرفت اور تجارت معیشت کے تین اہم اور بنیادی عناصر گردانے جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ تمدن و حضارت اور اقتصادیات کی ترقی میں ان کا کردار ناقابلِ انکار رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا کے پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام کو علم الاشیاء کی شکل میں اطلاقی سائنس اور صنعت و حرفت کا علم عطا کیا۔ مفکرین اور دانشور اس بات پر متفق ہیں کہ علم الاشیاء میں تمام مادی علوم شامل ہیں۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

﴿وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا﴾(1)

”اور سکھائے آدم کو نام سارے، پھر وہ دکھائے فرشتوں کو۔“(2)

1 القرآن، البقرة، 31:2

2 آرٹیکل ہٰذا میں شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ (م1230ھ) کے ترجمہ قرآن (موضح قرآن) (کراچی: ایچ۔ ایم سعید کمپنی)، سے آیات کا ترجمہ لکھا گیا ہے۔

معاشی زندگی میں صنعت و حرفت کی اہمیت کی بنا پر قرآن مجید نے چند انبیاءِ کرام کی صنعتوں کا تذکرہ کیا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے صنّاعی اور اعلیٰ مہارت کا ثبوت دیتے ہوئے کشتی بنائی۔ حضرت داوٗد علیہ السلام کو زرہ سازی کا فن عطا ہوا۔ حضرت ذی القرنین کو علمِ معادن اور دھات سازی کا علم دیا گیا۔ آثار و روایات کے مطابق حضرت ادریس علیہ السلام نے خیاطت کا آغاز کیا اور حضرت شعیب علیہ السلام کپڑا بنتے تھے۔ امتدادِ زمانہ کے ساتھ ساتھ انسانی ضروریات کے تقاضوں کے پیشِ نظر مختلف اقوام اور ممالک میں بنیادی صنعتیں وجود میں آگئیں۔ دیگر اقوامِ عالم کی مانند جزیرۃ العرب میں بھی مختلف اساسی نوعیت کی حامل صنعتیں مروج تھیں۔ مختلف علاقے مختلف صنعتوں میں معروف تھے۔ مکہ مکرمہ میں صنعت و حرفت اور دستکاریوں کے حوالے سے ڈاکٹر عدنان ترسیسی رقم طراز ہیں:

> "صناعت کے پیشہ میں سعد بن ابی وقاص تیر اور تلوار سازی میں، ولید بن مغیرہ لوہاری کے پیشہ میں، عاص ابن ہشام تلواروں اور نیزوں کی کاریگری میں اور امیہ بن خلف کو مٹی کے برتن بنانے میں بہت مہارت حاصل تھی۔ کچھ لوگوں کو جانوروں کی کھالوں سے مختلف النوع ملبوسات بنانے میں بہت مہارت حاصل تھی۔"(1)

مدینہ منورہ میں اسلحہ سازی، زیورات سازی، جفت سازی، مرغ بانی، پارچہ بافی، ماہی گیری اور ظروف سازی کی صنعتیں تھیں، جو کہ زیادہ تر یہود کے ہاتھ میں تھیں۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

> "مدینہ منورہ میں گھریلو اور اجتماعی دستکاری دونوں طرز پر تھیں۔ گھریلو دستکاری میں عموماً سوت کاتنے، دھاگہ بنانے کا کاروبار تھا۔ جو بڑے کاروبار تھے ان میں زراعت، نجاری اور لوہاری کے آلات تھے۔ مدینہ کے تاجر شام سے کپڑا اور دیگر اشیاء منگوایا کرتے تھے۔"(2)

عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں پارچہ بافی کی صنعت میں اتنی ترقی ہوئی کہ کپڑا بیچنے والوں کے لئے ایک بازار سوق البزازین تھا۔(3)

---

1 ڈاکٹر عدنان ترسیسی، الیمن و حضارۃ العرب (بیروت: مکتبہ الحیات، 1990ء)، ص:43

2 ڈاکٹر محمود احمد غازی (م 2010ء) محاضراتِ سیرت (لاہور: الفیصل ناشران، اردو بازار، 2017ء)، ص:353

3 الكتاني، محمد بن عبدالحئ (1382ھ)، نظام الحكومت النبوية المسمى التراتيب الإدارية (بيروت: دارالأرقم، 2010ء)، 2: 26

طائف فنِ دباغت کا شہر کہلاتا تھا۔ اس شہر کے دو محلوں 'ثقیف' اور 'الوھط' میں اس پیمانے پر دباغت کا کام ہوتا تھا کہ بو سے پرندے مر جاتے تھے۔(1) یمن کپڑے کی صنعت، جفت سازی اور دباغت میں اپنا مقام رکھتا تھا۔ یمن کا علاقہ مآرب روئی اور کپڑے کے کاروبار کے لئے خصوصی طور پر شہرت کا حامل تھا۔ بحرین میں ٹیکسائل کی صنعت دوسری تمام صنعتوں کی نسبت نمایاں تھی۔ الغرض جزیرۃ العرب میں صنعت و حرفت کا یہ پسِ منظر تھا، جس کو عہدِ نبوی ﷺ، خلافتِ راشدہ اور مابعد ادوار میں فروغ دیگر اسلامی معیشت کو فروغ دیا گیا۔ آپ ﷺ نے گلہ بانی اور تجارت کی عمدہ مثال قائم کی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی گلہ بانی، زراعت، تجارت اور صنعت و حرفت میں مشغول ہو کر نام پیدا کیا۔

تاریخ کے دریچوں میں موجود شواہد اور واقعات اس بات کا بین اور قوی ثبوت ہیں کہ عرب کی مستورات بھی مردوں کے شانہ بہ شانہ مختلف معاشی سرگرمیوں اور صنعت و حرفت میں حصہ لے کر اپنی اور خاندانی ضروریات کو پورا کرتی تھیں۔ زراعت، صنعت و حرفت اور تجارت جیسی معاشی سرگرمیوں میں خواتین کی شرکت کے حوالے سے ڈاکٹر یٰسین مظہر صدیقی رقم طراز ہیں:

> "روایات کے مطابق عرب کے جاہلی معاشرے میں عورتوں کو کسبِ معاش کے چاروں ذرائع تجارت، زراعت، دستکاری اور مزدوری و اجرت اختیار کرنے کی آزادی حاصل تھی اور وہ حقیقت میں ان کے ذریعہ مال و دولت کماتی تھی۔ صرف پیٹ بھرنے کی حد تک نہیں اور نہ صرف تن ڈھانکنے اور سر چھپانے کی حد تک بلکہ باقاعدہ دولتمندی کے حصول کے لئے بھی۔ یہ حق و آزادی اور واقعہ تاریخی عہدِ نبوی ﷺ کے مکی اور مدنی دور میں بھی استوار رہا اور خواتین ان چاروں ذرائع سے آمدنی حاصل کرتیں اور دولت جمع کرتی تھیں۔"(2)

اسلامی تاریخ کے صفحات الٹنے سے بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ قرن اول کی خواتین نے امور خانہ داری کے ساتھ ساتھ علمی، سیاسی، سماجی، معاشی اور عسکری امور میں حصہ لیا۔ انہوں نے پارچہ بافی، خیاطت، صباغت (رنگریزی)، زراعت، شجر کاری، گلہ بانی، مشاطگی اور تجارت میں بھرپور شرکت کی اور اپنے لئے بہم معاشی خود

---

1 ياقوت الحموي، أبو عبدالله بن عبدالله، معجم البلدان، (بيروت: دار صادر، 1995ء): الطائف

2 یٰسین مظہر، صدیقی، ڈاکٹر (المتوفی2020ء)، نبی اکرم ﷺ اور خواتین ایک سماجی مطالعہ، (لاہور: مکتبہ رحمانیہ، ماڈل ٹاؤن، 2008ء)، ص:140، 139

کفالت کا سامان مہیا کیا۔

اسلام میں صنعت وحرفت کی اہمیت وضرورت

1۔ اسلامی نظامِ معیشت میں اولین اور اہم ترین بات یہ ہے کہ کسبِ معیشت اور ابتغاء رزق کے تمام ذرائع خالق کائنات کے تخلیق کردہ ہیں۔ یہ ذرائع اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہیں۔ انسان کو اپنی ہمت اور بساط کے مطابق ان کی تلاش وجستجو کرنی چاہیئے۔ ارشادِ رب العزت ہے:

﴿فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ (1)

”پھر جب تمام ہو چکے نماز تو پھیل پڑو زمین میں اور ڈھونڈو فضل اللہ کا، اور یاد کرو اللہ کو بہت سا، شاید تمہارا بھلا ہو۔“

رزق کے حصول کے لئے زراعت، صنعت وحرفت اور تجارت میں سے کوئی بھی شعبہ اختیار کیا جاسکتا ہے۔

2۔ معیشت کی ترقی اور معاشرتی خوشحالی کے لئے صنعتی ترقی لابدی ہے۔ ہنر مند اور مہارت کار افراد معیشت کو فروغ دینے میں نمایاں کردار ادا کرتے ہیں۔ بنی نوع انسان کے لئے اس کی ضرورت اس بات سے بھی عیاں ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داوٗد علیہ السلام کو زرہ سازی کا فن عطا فرمایا جس سے وہ اپنی روزی کماتے تھے اور انسانوں کو اپنی صنعت سے مستفید فرماتے تھے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿وَعَلَّمْنَاهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْ بَأْسِكُمْ ۚ فَهَلْ أَنْتُمْ شَاكِرُوْنَ﴾ (2)

”اور ہم نے اسے (حضرت داوٗد علیہ السلام کو) تمہارے لیے زرہیں بنانا بھی سکھایا تاکہ تمہیں لڑائی میں محفوظ رکھیں، پھر کیا تم شکر کرتے ہو۔“

3۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اکتسابِ رزق اور دستکاری کو معیشت میں بہتر اور اولیٰ قرار دیتے ہوئے فرمایا:

---

1 القرآن، الجمعة: 10:62

2 القرآن، الانبیاء: 80:21

((مَا كَسَبَ الرَّجُلُ كَسْبًا أَطْيَبَ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ))[1]

"آدمی جو کسب اختیار کرتا ہے، اس میں بہتر اُس کے ہاتھ کی دستکاری ہے۔"

عمل یدہٖ دست کاری سے کنایہ ہے اس کا مطلب ہے کوئی فن، حرفت یا صنعت وغیرہ۔

4۔ فنی مہارت اور تجارت میں اگر حلال ذرائع کا استعمال کیا جائے تو یہ ایک پاکیزہ عمل ہے۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

((عَمَلُ الرَّجُلِ بِيَدِهِ وَكُلُّ بَيْعٍ مبرور))۔ [2]

"انسان کے اپنے ہاتھ کی دستکاری اور ہر سچی تجارت۔"

5۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اُس آدمی کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے جو کام کاج یا دستکاری اختیار نہیں کرتا تھا۔ جو آدمی کسی فن یا پیشے سے منسلک نہ ہوتا تو آپ اس سے ناپسندیدگی کا اظہار کرتے تھے۔ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

"هل له حرفة؟ فإن قالوا: لا، قال: "سقط من عيني".[3]

"(آپ کسی نوجوان کے بارے میں پوچھتے) کیا اس کا کوئی پیشہ ہے؟، لوگ کہتے کہ نہیں تو فرماتے وہ میری نظر سے گر گیا۔"

اس سے عیاں ہوتا ہے کہ خلافت راشدہ میں کام کاج اور صنعت و حرفت کو کس طرح اہمیت دی جاتی تھی۔ خلیفہ وقت کس انداز سے عوام الناس کو حلال روزی کمانے کا کوئی پیشہ اختیار کرنے کی ترغیب دیتے تھے۔

کسبِ معاش اور خواتین

1۔ اسلام میں رزق کی تلاش و جستجو میں مرد و عورت کے درمیان کوئی تفریق روا نہیں رکھی گئی ہے بلکہ مردوں کے ساتھ عورتوں کو بھی تلاش معاش میں سعی و کوشش کی تعلیم دی گئی ہے۔ فرمانِ خداوندی ہے:

1 ابن ماجة، أبو عبدالله محمد بن يزيد قزويني (م273ھ)، السنن، (دارالسلام: الرياض، 1999ء)، كتاب التجارات، باب الحث على المكاسب، رقم حديث: 2138

2 البيهقي، أحمد بن حسين، أبوبكر(م1066ء)، السنن الكبرى، (بيروت: دارالمعرفة، 1344ھ)، كتاب البيوع، باب إباحة التجارة، رقم الحديث: 10392

3 خطيب بغدادي، أحمد بن علي، أبوبكر (م681ھ)، الجامع الأحكام الراوي و آداب السامع، (الكويت:1401ھ)، 1:34

﴿لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِمَّا اكْتَسَبُوا وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِمَّا اكْتَسَبْنَ وَاسْأَلُوا اللَّهَ مِنْ فَضْلِهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا﴾[1]

"مردوں کو حصہ ہے اپنی کمائی سے۔اور عورتوں کو حصہ ہے اپنی کمائی سے۔اور مانگو اللہ سے اس کا فضل۔اللہ کو ہر چیز معلوم ہے۔"

2۔اسلام نے جہاں انسان کو آخرت کے ثمرات حاصل کرنے کی ترغیبات دی ہیں وہاں دنیا سے اپنی معیشت کا حصہ حاصل کرنے کی تعلیمات بھی دی ہیں۔اس میں مرد وخواتین دونوں شامل ہیں۔اسلام عورتوں پر ہرگز یہ قید نہیں لگاتا کہ وہ معاشی دوڑ میں حصہ نہ لیں بلکہ ان کی پوری پوری حوصلہ افزائی کرتا ہے۔چنانچہ ارشادِ باری تعالی ہے:

﴿وَلَا تَنْسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا﴾[2]

"اور نہ بھول اپنا حصہ دنیا سے"

3۔شریعت اسلامیہ نے مستورات کو معاشرت اور ماحول نیز وقت اور ضرورت کے پیشِ نظر معروف معاشی سرگرمیاں اپنانے کی اجازت ہے۔ڈاکٹر رضی الاسلام ندوی لکھتے ہیں:

"عورت کا حقیقی دائرہ کار اس کا گھر ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ اسلام اسے عضوِ معطّل کی حیثیت دیتا ہے اور معاشرے سے الگ تھلگ کر دیتا ہے۔بلکہ اسے وہ اس قابل بناتا ہے کہ معاشرے میں کامیاب و بامراد زندگی بسر کر سکے۔قرونِ اولیٰ کی عورتوں کو ضروریاتِ زندگی کے حصول اور امور خیر کی تکمیل کے لئے گھر سے باہر نکلنے کی اجازت تھی۔چنانچہ وہ کاشت کاری، تجارت اور صنعت و حرفت کے کاموں میں حصہ لیتی تھی۔"[3]

مبحث اول

قرن اول کی مسلم خواتین اور پارچہ بافی میں ان کا کردار

1 القرآن، النساء، 32:4
2 القرآن، القصص، 77:28
3 ڈاکٹر رضی الاسلام ندوی، عورت: اسلامی معاشرے میں عورت ایک مطالعہ، س۔ن،

کپڑا بُننے کی صنعت اہم اور قدیم صنعتوں میں سے ایک ہے۔ چونکہ ہر قوم اور علاقے کو اپنے ملبوسات اور اس کے متعلقہ چیزوں کے لئے اس صنعت کی حد درجہ ضرورت ہوتی ہے،یہی وجہ ہے کہ یہ مختلف اقوام کے تمدن کا ہمیشہ سے حصہ رہی ہے۔ ٹیکسٹائل میں سوت کاتنا،بننا، خیاطت اور رنگنا شامل ہیں۔ دنیا کی دیگر اقوام کی مانند اہل عرب بھی اس صنعت سے آشنا تھے۔ کپڑا بننے، رنگنے اور اس کی سلائی کرنے کا عام رواج تھا۔ مرد اور خواتین دونوں اس صنعت میں شریکِ کار تھے۔ یہ صنعت گھریلو اور عام سطح پر مروج تھی۔ دورِ حاضر کے تناظر میں اس کو گھریلو صنعت (Cottage Industry) کا درجہ بھی دیا جاسکتا ہے۔ کپاس، کتان، ریشم، اون اور جانوروں کے بال اس صنعت کا خام مال تھے۔ یمن اور بحرین میں کپاس اور کتان کی کاشت سے روئی کا خام مال میسر آتا تھا۔ مقامی خام مال کے علاوہ جزیرہ نما عرب میں شام، عراق، مصر، ہندوستان اور چین سے کپاس ریشم اور پشم درآمد بھی کی جاتی تھی۔

پارچہ بافی کا مفہوم

پارچہ اور بافی دونوں فارسی زبان کے الفاظ ہیں۔ پارچہ کے معنیٰ ریزہ، ٹکڑا، پوشاک، لباس اور خلعت کے ہیں جبکہ بافی کا مطلب ہے بُننا۔ پارچہ بافی کے معنیٰ کپڑا بُننے کا کام یا پیشہ ہے۔ پارچہ باف کپڑا بننے والا، جولاہے کا کام کرنے والا کے ہیں۔ پارچہ فروش کپڑا بیچنے والا، بز بغیر سلے کپڑے کو کہتے ہیں اور کپڑا بیچنے والے کو بزاز کہا جاتا ہے۔(1) عربی میں کپڑا بُننے کے لئے لفظ "نسج" اور اس کے مشتقات استعمال ہوتے ہیں۔

موجودہ دور میں اس کو ٹیکسٹائل کی صنعت کہتے ہیں۔ ٹیکسٹائل لاطینی زبان کا لفظ ہے جس کے معنیٰ "بُننا" (To weave) کے ہیں۔ قدیم زمانے میں جب ریشہ اور پارچہ کی دریافت نہیں ہوئی تھی اور لوگ جنگلوں میں رہتے تھے تو انسان درختوں کے پتوں، چھال اور جانوروں کی کھال سے جسم کو ڈھانپتا تھا اور یہی اس کا لباس تھا۔ ریشے کی دریافت کے بعد کپڑے اور پارچے دستیاب ہونے لگے۔ اسی طرح بھیڑوں اور دنبوں کی اون اور بکریوں کے بالوں سے بھی کپڑے بنے جاتے تھے۔ لباس کی افادیت اور جانوروں کی اون سے لباس کے بننے کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس طرح کیا ہے۔

---

1 وارث سرہندی، علمی اردو لغت (جامع)، (بذیل مادہ پ۔ا)(لاہور: علمی کتاب خانہ، اردو بازار، طبع سوم، 1983ء)، ص:314

﴿ وَجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيلَ تَقِيكُمُ الْحَرَّ وَسَرَابِيلَ تَقِيكُم بَأْسَكُمْ كَذَٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُونَ وَمِنْ أَصْوَافِهَا وَأَوْبَارِهَا وَأَشْعَارِهَا أَثَاثًا وَمَتَاعًا إِلَىٰ حِينٍ ﴾[1]

"اور بنادیئے تم کو کُرتے (لباس) جو بچاؤ ہیں گرمی کا، اور کُرتے (لباس) جو بچاؤ ہیں لڑائی کا۔ اسی طرح پُورا کرتا ہے اپنا احسان تم پر،

شاید تم حکم میں آؤ (فرمانبردار بنو) اور اُن کی اُون سے اور ببریوں (پشم) سے اور بالوں سے (بنائے تمہارے لئے) کتنے اسباب۔"

اسلام میں پارچہ بافی کی ترغیب

جس طرح خوراک اور مکان انسان کی بنیادی ضروریات میں شامل ہیں اسی طرح کپڑا بھی انسان کی بنیادی ضرورت ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((لَيْسَ لِابْنِ آدَمَ حَقٌّ فِي سِوَى هَذِهِ الخِصَالِ، بَيْتٌ يَسْكُنُهُ وَثَوْبٌ يُوَارِي عَوْرَتَهُ وَجِلْفُ الخُبْزِ وَالمَاءِ))[2]

"ابنِ آدم کا متاعِ دینوی میں صرف یہی حق ہے کہ اُس کا گھر ہو جس میں وہ رہ سکے، کپڑا ہو جس سے وہ اپنے جسم کو ڈھانپ سکے کھانے کیلئے روٹی اور پینے کیلئے پانی ہو۔"

پارچہ بافی میں سوت کاتنا، بننا، صباغہ اور خیاطت شامل ہیں۔ خواتین کے حوالے سے درج ذیل ان کا ذکر کیا جاتا ہے۔

سوت کاتنا:

آپ ﷺ نے کپڑے کی صنعت کو فروغ دینے کیلئے عورتوں کو سُوت کاتنے کی ترغیب دی اور مردوں کو کپڑا بُننے کی اور اسے ایک اچھا عمل قرار دیا۔ فرمایا:

---

1 القرآن، النحل:16: 81

2 الترمذي، أبو عيسى محمد بن عيسى الضحاك(م279ھ)، جامع الترمذي، كتاب الزهد، باب ما جاء في الزهادة في الدنيا، رقم الحديث: 2341

"نیک مردوں کا کام سلائی کرنا ہے اور نیک عورتوں کا کام سُوت کاتنا ہے۔"(1)

اولین اسلامی عہد میں خواتین سوت کات کر اور پھر اس کی بنائی کر کے کپڑا تیار کرتی تھیں۔ اُمّ المؤمنین حضرت اُمّ سلمہؓ چرخہ چلانے میں اکثر مصروف رہتی تھیں۔ جس سے انہیں توہمات سے بچنے کا موقع مل جاتا۔ چنانچہ زیاد بن السکن سے مروی ہے:

"دخلت على أم سلمة وبيدها مغزل تغزل به فقلت: كلما أتيتك وجدت في يدك مغزلا، فقالت: إنه يطرد الشيطان ويذهب بحديث النفس، وأنه بلغني أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: إن أعظمكن أجرا أطولكن طاقة".(2)

"میں حضرت ام سلمہؓ کے پاس حاضر ہوا اور ان کے ہاتھ میں سوت کاتنے کا آلہ تھا۔ میں نے ان سے عرض کی، جب بھی میں آپ کی خدمت میں آتا ہوں تو یہی سوت کاتنے کا آلہ آپ کے ہاتھ میں دیکھتا ہوں۔ فرمایا یہ آلہ شیطان کو بھگاتا ہے اور دل کے وسوسہ کو دور کرتا ہے۔ اور مجھ کو رسول اللہ ﷺ کی یہ بات پہنچی ہے کہ جو تم میں سب سے زیادہ طاقت و محنت والی ہے اس کو زیادہ اجر ملتا ہے۔"

حضرت اُمّ سلمہؓ چرخہ کاتنے کی ماہر تھیں۔ اُن کا زیادہ تر وقت سوت کاتنے میں مصروف رہتا تھا تا کہ وساوسِ قلبی دور ہوں اور یہ مصروفیت اللہ تعالیٰ کے ہاں اجر و ثواب کی حامل ہے۔ روایت میں یہ تو واضح نہیں ہے کہ وہ صرف اپنے خاندان کے لئے سوت کاتا کرتیں یا اس سے اُجرت بھی حاصل کرتیں۔ ہو سکتا ہے کہ کات کر اجرت حاصل کرتی ہوں۔ دورِ خلافتِ راشدہ میں سوت کاتنے کا اتنا رواج تھا کہ خواتین کو مسجدِ نبوی میں ان کو یہ کام کرنے کی چنداں اجازت تھی۔ امام ابو بکر بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس ذکر کیا ہے۔

"كنا نكون في عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم وأبي بكر وصدرا من خلافة عمر في المسجد نسوة قد تخاللن، وربما غزلت" (3)

"رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر اور حضرت عمر کے عہد میں خواتین مسجد میں سوت کاتا کرتی تھیں۔"

---

1 الكتاني، التراتيب الإدارية، 43:2
2 ايضاً، ص: 79
3 ایضاً

حجاج بن یوسف جو اموی عہد میں عراق کے حکمران اور بڑے سخت گیر منتظم تھے ان کی اہلیہ بھی سوت کاتنے کی ماہر تھیں۔ چنانچہ الکتانی لکھتے ہیں: "وهي امرأة الحجاج بن يوسف، فرأيت في يدها مغزلا تغزل به"(1)

"اور وہ حجاج بن یوسف کی بیوی کو میں نے دیکھا (روایت بیان کرنے والے نے کہا) کہ اس کے ہاتھ میں چرخہ ہوتا، جس سے سوت کاتا کرتی۔"

حجاج بن یوسف کی بیوی کا نام حضرت ہند بن مہلب تھا۔ وہ ایک دستکار عورت تھی جو سوت کاتنے کا کام کرتی تھی۔

یمن اور بحرین کی خواتین بھی اس فن میں ماہر تھیں۔ عبید بن سلام نے "کتاب الاموال" میں لکھا ہے کہ:

"اس دور میں بحرین میں خاتونِ خانہ گھروں میں سوت کاتا کرتی تھیں۔ اس معاشرے میں کپڑا بننے والے کو ایک دن کی یومیہ اجرت نصف درہم ملتی تھی۔"(2)

کپڑے بننا:

کپڑا بننے میں بعض نامور صحابیات کا ذکر ملتا ہے۔ جو اس پیشے کی مدد سے اپنے خاندان کی کفالت کرتی تھیں۔ ان میں حضرت زینب زوجہ عبداللہ بن مسعود، حضرت زینب انصاریہ، ایک گمنام صحابیہ اور دیگر خواتین رضی اللہ عنہن کے نام ملتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی زوجہ حضرت زینبؓ فن دستکاری اور کشیدہ کاری میں ماہر تھیں۔ وہ اپنے اس فن کی وساطت سے اپنے بچوں یہاں تک کہ اپنے شوہر کے اخراجات کا بندوبست کرتی تھیں۔ جیسا کہ روایت میں ہے۔

((امْرَأَةِ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ، وَأُمِّ وَلَدِهِ، وَكَانَتْ امْرَأَةً صَنَاعَ الْيَدِ، قَالَ: فَكَانَتْ تُنْفِقُ عَلَيْهِ وَعَلَى وَلَدِهِ مِنْ صَنْعَتِهَا)) (3)

---

1 ایضاً

2 ابو عبید، قاسم بن سلام (المتوفی 134ھ)، کتاب الاموال، (بیروت: دارالشروق، طبع اول، 1409ھ)، ص: 310

3 الشيباني، أبو عبدالله أحمد بن محمد بن حنبل، أبو عبدالله، الشيباني (241ھ)، المسند (مؤسسہ الرسالة، 2009ء)، 434:5، رقم الحديث: 16086

"عبداللہ بن مسعود کی زوجہ اور ان کے بچوں کی ماں فن دستکاری والی خاتون تھیں۔ وہ اپنی صنعت سے جو کچھ کماتی وہ اپنے اور بچے پر خرچ کرتی تھیں۔"

زوجہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ پارچہ بافی اور دستکاری میں مہارت رکھتی تھیں جو یہ ظاہر کرتا ہے کہ عہدِ نبوت میں فن دستکاری میں عورتیں ماہر تھیں۔ عورت کا اپنی دستکاری سے اپنے، اپنے خاوند اور بچوں کا پیٹ پالنا مستحسن عمل ہے۔ اپنے خاندان کی کفالت کرنے کی وجہ سے دستکار عورت کو صدقہ و خیرات کا اجر ملتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دور میں معاشی سرگرمیوں میں خواتین کا نمایاں کردار تھا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بالکل مفلس تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی زوجہ کی کمائی کی حوصلہ افزائی کی۔ حضرت زینب ثقفیؓ زوجہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور زینب انصاریہؓ زوجہ ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ، ان دونوں کے شوہر نفقہ دینے سے عاجز تھے اور یہ دونوں خواتین اپنے ہاتھ کی کاریگری سے چیزیں بنا کر فروخت کرتی تھیں۔

گھریلو صنعت میں یہ ذکر بہت واضح آتا ہے کہ خواتین اپنے شوہروں اور دوسرے عزیزوں کے کپڑے بُنا کرتی تھیں۔ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے اپنے ہاتھ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک لباس بُنا تھا۔ ایک گمنام صحابیہ کا ذکر ہے کہ وہ تاجدار مدینہ سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک شملہ یا بردہ بُن کر لائی تھی۔ اس کو خمیصہ وغیرہ بھی کہا گیا ہے۔ اس کے حاشیے میں کنارے گل بوٹے بنائے گئے تھے۔ چنانچہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

((جَاءَتِ امْرَأَةٌ بِبُرْدَةٍ، قَالَ: أَتَدْرُونَ مَا الْبُرْدَةُ؟ فَقِيلَ لَهُ: نَعَمْ، هِيَ الشَّمْلَةُ مَنْسُوجٌ فِي حَاشِيَتِهَا، قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي نَسَجْتُ هَذِهِ بِيَدِي (أَكْسُوكَهَا)) [1]

"ایک عورت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک چادر لیکر آئی جس کے کنارے بُنے ہوئے تھے۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ چادر میں نے اپنے ہاتھ سے بُنی ہے تاکہ میں آپ کو اسے پہناؤں۔"

یہ عورت اپنے ہاتھ سے چادر بن کر اور اس پر کڑھائی کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں لائی اور اس

1 البخاري، محمد بن إسماعيل، إبو عبدالله الجعفي (م256ھ) (دارالسلام: الرياض، 1999ء)، صحيح البخاري، كتاب البيوع، باب للنساج، رقم الحديث : 2093

کے کناروں پر کڑھائی بھی کی ہوئی تھی۔ اس عورت کا یہ تحفہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قبول فرمایا لیکن پھر کسی صحابی کو تحفہ کر دیا۔ اس واقعے سے پتا چلتا ہے کہ عہدِ نبوت میں خواتین کپڑے بنتیں اور اس پر کشیدہ کاری کرتی تھیں۔ خواتین کا اس صنعت سے منسلک ہونا اس بات کا بین ثبوت ہے کہ ہر عہد کی مستورات اپنی معاشی خود کفالت کیلئے کپڑا بُننے کی صنعت یا کسی دوسری صنعت سے وابستگی اختیار کر سکتی ہیں۔ دور نبوی میں عورتیں اپنے گھروں میں کشیدہ کاری بھی کرتی تھیں۔ فاطمہ بنت ولید خود بیان کرتی ہیں کہ:

"أنها كانت في الشام تلبس الجباب من ثياب الخز ثم تأتزر، فقيل لها: أما يغنيك هذا عن الإزار" [1]

یعنی جب شام میں تھی تو اپنے خیمے ریشمی کپڑے سے بناتی تھی۔ پھر ازار بناتی تھی، اس سے کہا گیا کیا یہ تیرے لئے کفایت کرتا ہے، کہنے لگی، ہاں میں نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے خود سنا ہے یہ کفایت کرتا ہے۔

فاطمہ بنت ولید ملک شام میں رہائش پذیر تھیں تو اپنا خیمہ اور ازار ریشمی کپڑے سے بنا کرتی تھیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب اللباس کے باب "لبس القسی" کے ترجمۃ الباب میں لکھا ہے کہ: قسبہ / قسبی ریشمی کپڑا شام یا مصر سے آتا تھا عورتیں اس کو اپنے شوہروں کے لئے قطائف (چادروں) کی مانند پھیلا کر بنا کرتی تھیں۔ [2]

مصر اور شام میں اُس وقت ریشمی کپڑا بُننے کی صنعت موجود تھی۔ مردوں کے لئے تو اسے ممنوع قرار دیا گیا البتہ عورتوں کو زیب و زینت کے لئے اجازت برقرار رکھی گئی۔ ریشمی کپڑے کی ایک قسم میاثر بھی تھی جسے عورتیں بنا کرتی تھیں۔ چنانچہ مروی ہے:

میاثر ایک خاص قسم کا ریشمی کپڑا تھا جس پر آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے بیٹھنے سے منع کیا، اس کپڑے کو عورتیں بنتی تھیں۔ [3]

ایک خاتون شعیزہ کا ذکر بھی ملتا ہے جو اون اور کھجور کی چھال کے اختلاط سے بنتی تھی۔ چنانچہ ابن حجر

1 ابن الأثير، أسد الغابة في معرفة الصحابة، (تهران: 1939ء)، كتاب النساء، حرف۔ فا، 278:8
2 البخاري، الجامع الصحيح، كتاب اللباس، باب لبس القيسى، ترجمة الباب
3 نسائي، أحمد بن شعيب بن علي الخراساني، أبو عبدالرحمٰن(المتوفى 303ھ)، السنن، (الرياض: دارالسلام، 1999ء)، كتاب الزينة، باب نہى عن الجلوس على المياثر، رقم الحديث: 5380

عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

شعیزہ نامی خاتون اون اور کھجور کے درخت کی کھال کی چھال جمع کیا کرتی تھیں جسے کاٹ کر گولہ وغیرہ بناتی تھیں۔(1)

یمن اور بحرین چونکہ بارچہ بافی کے مراکز تھے۔اس لئے وہاں کی خواتین بھی ان صنعتوں کو اختیار کئے ہوئے تھیں۔ڈاکٹر ابوذر غفاری لکھتے ہیں:"یمن کی صنعتِ پارچہ بافی میں اس علاقے کی خواتین کا بھی بڑا کردار تھا۔"(2)
مندرجہ بالا شواہد سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور مابعد ادوار میں حجاز، یمن اور بحرین بارچہ بافی کے مراکز تھے۔ان صنعتوں میں خواتین کا فعال کردار تھا۔

خیاطت

خیاطت کا مطلب کپڑوں کی سلائی کرنا ہے۔موجودہ دور میں یہ کام ٹیلرنگ اور ریڈیمیڈ گارمنٹس کے زمرے میں آتا ہے۔ قرنِ اول میں بھی درزی اور درزنیں پائی جاتی تھیں۔ واقدی نے گھریلو کپڑے کی دستکاری کی مقبولیت کے متعلق لکھا ہے:

> "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات بھی سلائی کا کام بدرجہ اتم جانتی تھیں۔مدنی دور کی مستورات نہ صرف کپڑا بُننے کی صنعت سے واقف تھیں بلکہ سلائی کا کام بھی جانتی تھیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کپڑوں کو پیوند بنفسِ نفیس لگا لیتے تھے۔"(3)

حجاز اور یمن کی عورتیں سوت کاتا کرتی تھی اور بعض اوقات کپڑے بھی خود ہی بن لیا کرتی تھیں۔
حضرت زینبؓ اور حضرت فاطمہ بنت شیبہؓ وغیرہ کے تذکرے سے پتا چلتا کہ انصار کی بعض خواتین سلائی کا کام کرتی تھیں۔(4)

---

1 عسقلاني، ابن حجر، أحمد بن علي، أبو الفضل(852ھ)، الإصابة في تمييز الصحابة، (بيروت: دارالكتب علمية، طبع اول، 1415ھ)، 286:4

2 ڈاکٹر ابوذر غفاری، اسلام کا قانونِ محاصل،(لاہور: مرکزِ تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، طبع دوم،1989ء)،ص:22

3 الواقدي، محمد بن عمر بن واقد، أبو عبدالله (المتوفى 207ھ)، المغازي، (بيروت: دارالأعلمي، 1409ھ)، باب الخياط والمخيط والأبره یعنی سوئی دھاگہ، ص: 943

4 ابن حجر، احمد بن علی، ابو الفضل، عسقلانیؒ (852ھ)، الإصابة في تمييز الصحابة، 81:13

عہدِ نبوی ﷺ اور خلافتِ راشدہ میں خواتین کے سوت کاتنے، کپڑا بننے اور کپڑوں کی سلائی کرنے کا تذکرہ ملتا ہے۔ حجازِ مقدس میں ملبوسات یمن اور بحرین سے درآمد ہوتے تھے لیکن مقامی سطح پر بھی ملبوسات سازی کا رواج تھا۔ روایات اور احادیث میں خیاط اور خیاطی دونوں کے تذکرے سے معلوم ہوتا ہے کہ عام کپڑوں کو سینے والوں اور والیوں کا ایک گھریلو طبقہ موجود تھا۔ جو زیادہ تر خاتون خانہ پر مشتمل ہوتا تھا۔ لباس کی بنیادی ضرورت کے پیشِ نظر لوگ بذاتِ خود یا دوسروں سے اپنا لباس تیار کرواتے تھے۔

صباغہ۔ رنگسازی:

پارچہ بافی کے لئے رنگسازی کی صنعت ضروری ہوتی ہے۔ عہد نبوی ﷺ، عہدِ خلافتِ راشدہ اور بعد ازاں اموی دور میں خواتین رنگسازی میں مہارت رکھتی تھیں بلکہ بعض عورتوں نے تو اس کو صنعت و حرفت کے طور پر اپنایا ہوا تھا۔ پیشہ ور رنگساز عورتوں سے کپڑوں کو رنگ کرایا جاتا تھا۔ زعفران، ورس، صفرہ (پیلے کی نباتات)، مٹیالہ رنگ، مشق (گیرو رنگ) اور خلوق سے کپڑے رنگے جاتے تھے۔ رنگنے کے دو طریقے تھے:

اول: کپڑا بُننے سے قبل تانے بانے کسی رنگ میں رنگ لئے جاتے تھے۔ جیسے برد یمن (یمنی چادریں) وغیرہ کے بارے میں طریقہ تھا۔ روایت میں ہے چادریں بنانے سے پہلے ان کو رنگ لیا جاتا تھا اور پھر کپڑا بُنا جاتا تھا۔ دوم: کپڑا بُننے کے بعد کسی رنگ میں ان کو رنگا جاتا تھا۔ اصلاً یہ دونوں طریقے بالترتیب جزوی اور کلی رنگنے کے لئے اختیار کئے جاتے تھے۔(1)

کپڑوں کو رنگنے کے لئے مختلف رنگ مثلاً سرخ، سبز، زرد، سیاہ، اور گیرو کئے جاتے تھے۔ رنگوں کی انواع و اقسام کا ذکر آنحضور ﷺ کے ملبوسات سے ملتا ہے۔ جو اس دور کی صنعت رنگریزی کی عکاسی کرتا ہے۔

آنحضرت ﷺ سرخ رنگ کی چادر زیب تن فرمایا کرتے تھے۔(2) نبی مکرم ﷺ نے سبز رنگ والی چادر بھی زیبِ تن فرمائی ہے۔(3)

---

1 ابن حجر عسقلانی، فتح الباري شرح صحيح البخاري، (بيروت: دارا المعرفة، 1379ھ)، 377:10

2 أبو داود، سليمان بن الأشعث السجستاني(م275ھ)، السنن، كتاب اللباس، باب في رخصة في ذلك الحمرة، رقم الحديث: 4073

3 ایضاً، باب فی الخضرة، رقم الحديث :4065

حضرت اسماء بنت ابو بکرؓ بحالت احرام پیلے رنگ کے کپڑے پہنتی تھی۔(1) رسول کریم ﷺ سیاہ عمامہ زیب تن فرماتے تھے۔(2) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے جسم پر کتان کے دو کپڑے گیرو سے رنگے ہوئے دیکھے گئے۔(3) نبی ﷺ کو کپڑوں میں سب سے پسندیدہ رنگ حبرہ (پیشاب رنگ) تھا۔(4)

عام طور سے عورتیں خود اپنے کپڑے من چاہے رنگ میں رنگ لیتی تھیں۔ مگر سب مرد و عورت یہ کام نہیں کر سکتے تھے لہٰذا وہ کسی رنگریز یا رنگساز سے اپنے کپڑے رنگواتے تھے۔ یہ پیشہ ور طبقہ ماہرین کا ہوتا تھا۔ ان میں مرد و عورت دونوں شامل ہوتے تھے۔ بالعموم عورتیں عورتوں کے کپڑے رنگتی تھیں۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اکابر کے گھروں میں بالخصوص ازواج مطہرات کے گھروں میں کام کرتی تھیں۔ عہد نبوی ﷺ میں ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحشؓ نے ایک رنگساز عورت کو بلا کر کپڑا رنگانا چاہا لیکن رسالت مآب ﷺ کی ناپسندیدگی کی بنا پر موقوف کر دیا۔ چنانچہ حریث بن الابح سلیحی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بنو اسد کی خاتون نے ان سے کہا:

((كُنْتُ يَوْمًا عِنْدَ زَيْنَبَ امْرَأَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَصْبُغُ ثِيَابًا لَهَا بِمَغْرَةٍ، فَبَيْنَا نَحْنُ كَذَلِكَ إِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا رَأَى الْمَغْرَةَ رَجَعَ،))(5)

”میں ایک دن رسول اللہ ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت زینب بنت جحشؓ کے پاس تھی اور ہم آپ کے کپڑے گیرو رنگ کے ساتھ رنگ رہی تھیں۔ پس ہم اسی کام میں لگی ہوئی تھیں کہ اچانک رسول اللہ ﷺ نے ہم پر جھانکا۔ پس جب آپ ﷺ نے گیرو رنگ دیکھا تو آپ لوٹ گئے۔“

یہ عورت کپڑوں کو رنگنے کی ماہر تھی اور اُم المؤمنین کے کپڑوں کو گیرو یعنی سرخ رنگ کر رہی تھی۔ اُس وقت

---

1 مالك بن أنس بن مالك الأصبحي(م179ھ)، المؤطا (کراچی :ایچ ایم سعید، 2004ء)، كتاب الحج، باب لبس الثياب المصبغة فی الإحرام، رقم الحديث:1164

2 ابو داود، السنن، كتاب الصلٰوة، أبواب الصلوٰة الإستسقاء و تفريعها، رقم الحديث: 1164

3 البخاري، الجامع الصحيح، كتاب الإعتصام بالكتاب والسنة، باب، ذكر النبیﷺ وحض على اتفاق اهل العلم، حديث :7324

4 البخاري، الجامع الصحيح، كتاب اللباس، باب :البرود و الحبرة واشمله، رقم حديث:5813

5 ابو داود، سليمان بن الأشعث السجستاني(م275ھ)، السنن، (الرياض: دارالسلام، 1999ء)، كتاب اللباس، باب الحُمرة، رقم الحديث:4071

سرخ رنگ کی ممانعت تھی۔ اس لئے آپ اندر تشریف نہ لائے۔ اسی لئے ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے اس کام کو موقوف کر دیا۔ بعض خواتین خود اپنے کپڑے رنگ لیتی تھیں۔ عورتیں اپنے پہننے کے کپڑے مثلاً قمیض، چادریں اور اوڑھنے والی چادریں پانی میں ڈبو کر رنگتی تھیں۔ چنانچہ اُمّ لیلی کے حوالے سے مذکور ہے:

> "کہ وہ اپنی بھتیجی کے لئے قمیض، چادر اور اوڑھنی ہر مہینے رنگا کرتی تھیں اور اسی طرح کپڑوں کو رنگدار پانی میں ڈبوتی تھی۔"(1)

ان قدرتی اور نباتاتی رنگوں کی ایک خاصیت یہ ہوتی تھی کہ ان کا رنگ تازہ یا کچا ہوتا تھا تاہم چھوٹتا نہیں تھا۔ دوسری خاصیت یہ تھی کہ ان سے رنگے ہوئے کپڑوں پر پانی کے چھینٹے مار لئے جاتے تھے، تو ان کی بھینی سی خوشبو اُٹھنے لگتی تھی، جو لباس پہننے والے کے مشام جاں کو تو معطر کرتی ہی تھی، خواتین خانہ اور بیویوں کو بھی خوب لبھاتی تھی۔ شوہر اور بیوی دونوں اس کا استعمال کرتے تھے۔

جاہلی شعراء کا کلام اور اسلامی ادب کا مطالعہ اس حقیقت کی غمازی کرتا ہے کہ عرب معاشرے میں ملبوسات کی مختلف اقسام مستعمل تھیں۔

جُبے، حُلّے، قمیض، سروال، عمامہ، ٹوپی، رومال، عباء، قباء، بردہ، رداء، خمیصہ، قطیفہ، شملہ اور ملحفہ عرب معاشرے رائج مردانہ لباس تھے۔ خواتین کے لئے مخصوص ملبوسات میں درع، نطاق۔ خمار، مرط اور جلابیب کے نام آتے ہیں۔ ان حقائق سے یہ بات منکشف ہوتی ہے کہ قرنِ اول میں سادہ ملبوسات کے ساتھ ساتھ گرانقدر اور مہنگے کپڑے تیار کرنے کی صنعت پائی جاتی تھی۔ اس سے ہمیں اسلام کے نظامِ اقتصاد میں پارچہ بافی کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

بحث دوم

مسلم خواتین اور فنِ دباغت میں ان کا کردار:

فنِ دباغت عرب میں ایک گھریلو صنعت کا درجہ رکھتی تھی۔ مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، طائف، یمن، بحرین اور دیگر عرب قبائل میں گلہ بانی اور فن دباغت موجود تھی۔ وہ دباغت کی ہوئی کھالوں سے خیمے، مشکیزے، تھیلے،

1 ابن الأثير، أسد الغابة في معرفة الصحابة، 251:7

زین پوش، بستر، چٹائیاں، ڈول، چھاگل، پکھالیں، ڈھال، جوتے اور کئی دوسری اشیاء بناتے تھے۔ مزید بر آں جانوروں کے بالوں اور اون سے ملبوسات تیار کئے جاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے مویشیوں کے دیگر فوائد کے ساتھ اس کی کھالوں کا ذکر کیا ہے۔ تاکہ انسان اس کو استعمال میں لا کر نفع حاصل کرے۔ قرآن مجید میں اس کا ذکر اس طرح ہوتا ہے:

﴿وَجَعَلَ لَكُمْ مِنْ جُلُودِ الْأَنْعَامِ بُيُوتًا تَسْتَخِفُّونَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ إِقَامَتِكُمْ وَمِنْ أَصْوَافِهَا وَأَوْبَارِهَا وَأَشْعَارِهَا أَثَاثًا وَمَتَاعًا إِلَى حِينٍ﴾ (1)

”اور بنا دیئے تم کو چوپایوں کی کھال سے (بھی) ڈیرے (گھر)، جو ہلکے لگتے ہیں تم کو جس دن سفر میں ہو اور جس دن گھر میں، اور اُن کی اُون سے اور بریوں (پشم) سے اور بالوں سے (بنائے تمہارے لئے) کتنے اسباب، اور برتنے (استعمال) کی چیز ایک (مقررہ) وقت تک۔“

آیت بالا سے دو چیزیں واضح ہوتی ہیں۔ اولاً بدوی معاشرے میں رہائش کی غرض سے کھالوں سے خیمے بنائے جاتے تھے۔ دوم گرمی اور سردی سے بچاؤ کے لئے لباس کی تیاری بھی کھالوں سے ہوتی تھی۔ اس سے بدوی معاشرے میں فن دباغت کی اہمیت کا پتا چلتا ہے۔ فن دباغت سے بنی ہوئی چیزوں کا ثبوت رسالت مآب ﷺ کی گھریلو استعمال کی اشیاء سے ملتا ہے۔ ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

”رسالت مآب، فخر کائنات، حضرت محمد ﷺ کے استراحت فرمانے کے لئے بستر مبارک (ضجاع)، تکیہ (وسادۃ)، بیٹھنے کے لئے چٹائی (مبرکتہ)، پانی کا مشکیزہ اور استعمال کی چھوٹی چیزوں کو رکھنے کے لئے تھیلہ سب چمڑے کے بنے ہوئے تھے۔“(2)

دباغت کا مفہوم

دَباغت عربی زبان میں ثلاثی مجرد کے باب سے مشتق اسم ہے۔ اردو میں بھی بطور اسم ہی استعمال ہوتا ہے۔ کچے چمڑے کو پکانا، صاف کرنا اور رنگنا دباغت کہلاتا ہے۔ ابنِ نجیم مصری دباغت کے مفہوم کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

---

1 القرآن، النحل، 80:16

2 ابن سعد، طبقات الکبریٰ، جلد اول، ذکر ضجاع رسول ﷺ و افتراشه، ص:467-468

"الدِّبَاغُ هُوَ مَا يَمْتَنِعُ عَوْدُ الْفَسَادِ إِلَى الْجِلْدِ عِنْدَ حُصُولِ الْمَاءِ أَنْ يُدْبَغَ بِالتَّشْمِيسِ وَالتَّتْرِيبِ وَالْإِلْقَاءِ فِي الرِّيحِ لَا بِمُجَرَّدِ التَّجْفِيفِ " (1)

"دباغت ایسے عمل کا نام ہے کہ پانی لگنے کے بعد چمڑا دوبارہ خراب نہ ہو۔ کھال سے تر نجاست اور بدبو کو زائل کرنے کا نام دباغت ہے۔ دباغت سے مراد نمک، مٹی اور بیری کے پتوں وغیرہ سے چمڑے کو صاف کرنا اور اس کی بو کو ختم کرنا ہے۔"

الخرازہ:

لعشوری آمال نے اپنے مقالے میں دباغت کے علاوہ خرازہ کا ذکر کیا ہے:

"کھالوں سے ملبوسات بنانا الخرازہ کہلاتا ہے۔ ایسے کام کرنے والے کو الخراز کہتے ہیں۔ دباغت کے ساتھ خرازہ کا پیشہ بھی ضرورت کے تحت عرب میں موجود تھا۔ عہدِ نبوت میں جو شخصیات اس پیشے سے منسلک تھیں ان میں خواتین کی ایک جماعت شامل تھی۔ اُمّ المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا دباغت کی طرح خرازہ کے کام میں مہارت رکھتی تھیں۔ کھالوں کی صنعت میں دباغت اور خرازہ دو ضروری صنعتیں ہیں جس میں خواتین کام کرتی تھیں۔"(2)

خواتین اور فن دباغت:

عہد رسالت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم میں خواتین بطور پیشہ یا ذاتی استعمال کے لئے فنِ دباغت کو اپنائے ہوئے تھیں۔ وہ کھال کی دباغت کر کے چمڑا بناتیں اور پھر مختلف اشیاء تیار کرتی تھیں گویا کہ خواتین کے لئے دباغت کا کام ان کے لئے علم خانہ داری کے طور پر مروج تھا۔ ابن سعد اس فن میں مرد و خواتین کے حوالے سے رقمطراز ہیں:

"عربوں نے فن دباغت کو گھریلو صنعت کے لیے اپنے طور پر اپنایا ہوا تھا۔ تقریباً ہر گھر میں نہ صرف مرد دباغت کا کام کرتے تھے بلکہ عورتیں بھی اِس صنعت میں پوری مہارت کی حامل تھیں۔"(3)

اُمّ المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی ہمشیرہ بہن ہالہ بنت خویلد کھالوں کی تجارت کا شغل اپنائے ہوئے

---

1 ابن نجيم مصري، عمر بن إبراہيم بن محمد، دزين الدين (المتوفى 970ھ)، بحر الرائق شرح كنز الدقائق، (بيروت: دارالكتب علمية، 1418ھ)، 105:1

2 لعشوري آمال، حرف و مهن في الدولة الإسلامية في عهدِ نبوي والراشدة، كلية العلوم الانسانية والإجتماعيه، وزارت ِالتعليم والبحث العلمي، 1945ء، الفصل الثالث، ص:60-61

3 ابن سعد، محمد بن سعد (المتوفى230ھ)، الطبقات الكبرىٰ، (بيروت:دار صادر ، 1957ء)، 206:8

تھیں۔علامہ ابنِ کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بہن، ہالہ بنت خویلد چمڑے کی کھال کی تجارت کرتی تھیں۔"([1])

بعض دیگر قریشی خواتین کے فن دباغت کے حوالے سے نام ملتے ہیں: مثلاً حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی باندی حضرت خلیسہ رضی اللہ عنہا چمڑے کو دباغت کرتی تھیں۔

اُمّہات المؤمنین اور فن دباغت:

اُمّہات المؤمنین میں تین ازواج کا ذکر فن دباغت کے حوالے سے ملتا ہے۔اُمّ المؤمنین حضرت زینب بنت جحش، حضرت سودہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہن۔وہ سب اس کام میں مہارت رکھتی تھیں۔

امّ المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا:

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا فن دباغت میں ماہر تھیں۔وہ دباغت سے چیزیں تیار کرکے فروخت کرتیں اور پھر اس رقم کو فی سبیل اللہ خیرات کردیتی ہیں۔اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں لمبے ہاتھ والی کا خطاب دیا۔حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

" فَأَتَى امْرَأَتَهُ زَيْنَبَ، وَهِيَ تَمْعَسُ مَنِيئَةً لَهَا " ([2])

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے پاس آئے تو وہ اس وقت کھال کو دباغت دے رہی تھیں۔"

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی دستکاری اور سخاوت کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی معترف تھیں۔فرماتی ہیں کہ:

قَالَتْ: فَكَانَتْ أَطْوَلَنَا يَدًا زَيْنَبُ، لِأَنَّهَا كَانَتْ تَعْمَلُ بِيَدِهَا وَتَصَدَّقُ ([3])

"میں نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے بہتر کوئی نہ دیکھی جو اپنے ہاتھ سے کماکر

---

1 ابن کثیر، عماد الدین اسمٰعیل بن عمر کثیر الدمشقی (774ھ)، البداية والنهاية، (لاہور: المكتبة القدوسية، 1984ء)، 266:8

2 مسلم بن الحجاج القشیری النیشاپوری (المتوفی261ھ)، ، صحيح المسلم (بیروت: دار احياء التراث العربي، 2010ء)، كتاب النكاح، باب ندب من رأي امرأة، رقم الحديث:1403

3 ایضاً، كتاب الفضائل، باب من فضل زينب أم المساكين، رقم الحديث:2452

صدقہ وخیرات کرتی تھیں۔"

حضرت زینب رضی اللہ عنہا صرف صدقہ وخیرات کے لئے اشیاء تیار کرتی تھیں وگرنہ انہیں اپنی ضروریات پوری کرنے کے لئے اس کی قطعاً ضرورت نہ تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ نہ صرف مجبوری کے عالم میں عورت کو کام کرنے کی اجازت ہے بلکہ وہ اپنی دنیا وآخرت کے لئے بھی کما سکتی ہے۔

اُمّ المؤمنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا

اُمّ المؤمنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا بھی اس فن میں مہارت رکھتی تھیں۔ طائف شہر کی دباغت کی ہوئی کھالیں عرب اور بیرون عرب مشہور تھیں۔ حضرت ام المؤمنین طائف کی مہارت پر چمڑے کو کماتی تھیں۔ دورِ حاضر کے مطابق ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ لیدر ٹیکنالوجی سے بہرہ مند تھیں۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے:

"عَنْ سَوْدَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ: مَاتَتْ شَاةٌ لَنَا «فَدَبَغْنَا مَسْكَهَا، فَمَا زِلْنَا نَنْبِذُ فِيهَا حَتَّى صَارَتْ شَنًّا"۔ (1)

"نبی کریم ﷺ کی زوجہ حضرت سودہؓ فرماتی ہیں کہ ہماری بکری مر گئی تو ہم نے اس کی کھال کو رنگا اور اس میں نبیذ (کھجور کا شربت) بناتے رہے یہاں تک کہ وہ پرانی ہو کر سوکھ اور سکڑ گئی۔"

حضرت امّ سلمۃؓ

حضرت اُمّ سلمہؓ سوت کاتنے کے علاوہ دباغت کا کام بھی کرتی تھیں۔ چنانچہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حضرت اُم سلمہؓ کے شوہر ابو سلمہ رضی اللہ عنہ انتقال کر گئے تو ان کی عدت گزرنے پر جب رسولِ مقبول ﷺ ان کے گھر تشریف لے گئے تو اس وقت وہ چمڑا دباغت دے رہی تھیں۔ اُنھوں نے اپنے ہاتھوں پر لگا ہوا قرظ صاف کیا اور رسولِ مقبول ﷺ کے لئے چمڑے کا گدیلا رکھ دیا جس میں بھوسہ بھرا تھا۔(2)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ام سلمہؓ دباغت کی ماہر تھیں۔ وہ دباغت کے لئے مشہور جڑی بوٹی قرظ استعمال کرتی تھیں۔ وہ گدیلا کی طرح دیگر چیزیں بھی دباغت کی ہوئی کھالوں سے تیار کرتی تھیں۔ آپ ﷺ کے ازواجِ مطہرات کا فن دباغت اور پارچہ میں مصروف ہونا کام کی عظمت کو ظاہر کرتا ہے۔ ان کا یہ اسوہ دورِ حاضر کی خواتین

---

1 نسائي، السنن، كتاب الفرع والعتيرة، جلود الميتة، رقم الحديث: 4240

2 أحمد بن حنبل، المسند، 28:4

کے لئے مینارہ نور ہے۔ ان کا یہ کردار یہ درس دیتا ہے کہ اعلیٰ اور شرف وعظمت والی خواتین کسی بھی پیشے کو اختیار کرکے معاشی جدوجہد میں حصہ لے سکتی ہیں۔

مبحث سوم

قرنِ اول میں پارچہ بافی اور فن دباغت کے معاشی اور معاشرتی اثرات: پہلی صدی ہجری کے تناظر میں

پارچہ بافی اور فن دباغت (ٹینریز) کسی بھی ملک کی معاشیات اور اقتصادیات پر گہرا اثر ڈالتے ہیں۔ جس سے معاشرے پر مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ فی زمانہ بھی مردوخواتین ان شعبوں سے وابستہ ہوکر اقتصادی ترقی اہم کردار ادا کررہی ہیں۔ قرنِ اول میں ان دونوں صنعتوں کا عربوں کی معاشی اور معاشرتی زندگی میں نمایاں کردار تھا۔ جس کو مندرجہ ذیل سطور میں سپردِ قلم کیاجاتا ہے:

پارچہ بافی کی معاشی اور معاشرتی اہمیت

ملبوسات کی صنعت سے عرب کے بعض اہم تمدنی اور سماجی مظاہر کو سامنے لایا جاسکتا ہے۔ اس دور میں صنعت پارچہ بافی کے دوبنیادی پہلو گھریلو اور پیشہ وارانہ پائے جاتے تھے۔ ان دونوں پہلوؤں میں مہارت اور فنی گہرائی کے علاوہ دوسرے امتیازات اور اخلاقیات بھی موجود تھے۔ گھریلو صنعت میں یہ ذکر ملتاہے کہ خواتین اپنے خاوندوں اور دوسرے اعزاواقرباء کیلئے کپڑے بُنا کرتی تھیں۔ اوڑھنے، بچھونے کے کپڑوں، پردوں اور بارہ دری کے بننے کا ذکر ملتا ہے۔ موٹا اور عمدہ بالوں سے بنا ہوا کپڑا، کپاس، ریشم اور کتان سے مخلوط متنوع دھاریدار کپڑا معاشرے کے طرز لباس کی عکاسی کرتا تھا۔ سردی کے موسم میں استعمال ہونے والے کمبل، عمدہ قالین اور تکئے عرب جولاہوں کی اعلیٰ مہارت کا منہ بولتا ثبوت تھے۔ خلافتِ راشدہ اور اموی دور میں چونکہ رومی اور ایرانی سلطنت کے وسیع علاقے فتح یاب ہوکر اسلامی سلطنت کا حصہ بن گئے۔ ان میں رومی اور ایرانی علاقوں کے طبقہ اشرافیہ اور تاجر برادری نے بعض ملبوسات کے اختیار کرنے اور زیادہ پُر آسائش لباس کو زیبِ تن کرنے کا رجحان پیدا کیا۔

قرنِ اول میں اسلامی تعلیمات کے آئینے میں پنپنے والے معاشرے میں لباس بھی اگرچہ زمانہ جاہلیت کا

تسلسل تھا لیکن بایں ہمہ اس میں خاطر خواہ تبدیلی کی گئی۔ کپڑے کی اہمیت، ملبوسات کی پیداواری اور اس میں دکھائی گئی فنی صلاحیت، ٹیکنالوجی کی جدّت اور مسلم علاقوں میں اس فن کی ترقی نے مستشرق آنڈے کلاٹ کو یہ کہنے پر مجبور کر دیا کہ اسلام ٹیکسٹائل کی تہذیب ہے۔ اموی دور میں شاہی ملبوسات پر طراز مارکہ اس انداز سے کڑھائی کر کے تحریر کیا جاتا تھا کہ جس سے معاشرے میں اُس کا وقار ظاہر ہو۔ پہلی صدی ہجری کا نصف گزرنے تک لباس کی نوعیت بہت زیادہ وسعت اختیار کر گئی۔ لوگ عمدہ اور قیمتی لباس پہننا پسند کرتے تھے۔ ڈاکٹر ثروت دولت لکھتے ہیں:

> "حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ ان کے پاس ایک قیمتی اوڑھنی تھی۔ جب مدینہ میں کسی لڑکی کی شادی ہوتی تھی تو عورتیں اس کو اڑھانے کے لئے یہ اوڑھنی لے جاتی تھیں۔ لیکن اب میری لونڈی بھی اس کو اوڑھنا پسند نہیں کرتی۔ (حضرت عائشہؓ کا انتقال حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں 58ھ میں ہوا۔ غالباً ان کا یہ قول اموی دور میں اپنی زندگی کے آخری ایام کا ہے)"(1)

دورِ بنو امیہ میں لباس کی نظریاتی تبدیلی دیکھنے میں آتی ہے۔ جس کے نتیجے میں مسلمانوں نے پر تعیش لباس پہننا شروع کر دیا۔ جو ٹیکسٹائل کی صنعت اور تجارت کے فروغ کا موجب بنا۔ یلیڈا کافن سٹل مین اموی دور کے لباس اور اثرات کا جائزہ لیتے ہوئے رقمطراز ہے:

> "پر آسائش طرزِ لباس اموی دورِ حکومت میں حکمرانوں اور درباریوں کا ایک معمول بن گیا۔ سلیمان اور اس کا حاشیہ بردار عملہ یہاں تک کہ باورچی بھی متنوع قسم کے ریشمی کپڑے زیب تن کرتے تھے۔ اسی طرز کا لباس عرب معاشرے میں سرایت کر گیا۔"(2)

سرکاری محلات میں زنانہ سجاوٹوں کا عام رجحان تھا۔ محلات کی دیواروں میں خواتین کی تصاویر دکھائی جاتیں، جن میں عمدہ لباس پہنے نظر آتی تھیں۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ لباس کے اہم مظاہر کی شروعات بھی اموی دور میں ہوئی۔

---

1 ڈاکٹر ثروت دولت، ملتِ اسلامیہ کی مختصر تاریخ، حصہ اول، ص:148

2 Yelida Kafon Stillman, Arab Dress for Dawn of Islam to Modern Times, A Short History, Brill Leiden, Boston, 2003, P#67-68

عربوں کی معاشی اور معاشرتی زندگی میں فن دباغت کی اہمیت

دباغت عربوں کی معاشرتی زندگی کا ایک اہم حصہ اور ذریعہ معاش تھا۔ عرب معاشرے میں یہ گھریلو صنعت (Cottage Industry) کا درجہ رکھتی تھی۔ ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ کے بقول:

"تقریباً ہر گھر میں مرد دباغت کا کام کرتے تھے بلکہ خواتین بھی اس فن میں مہارت کار تھیں۔"(1)

شہری اور دیہاتی زندگی دونوں میں فن دباغت سے ذاتی ضروریات اور تجارت کی غرض سے مختلف اشیاء تیار کی جاتی تھیں۔ اہل عرب فن دباغت سے تلواروں کے نیام، ڈھالیں، ملبوسات، رہائش کے لئے خیمے، تکئے، دستر خوان، سونے کے بستر، پانی کے مختلف ظروف، جوتے، کتابت کے لئے بطور کاغذ اور دیگر بے شمار چیزیں تیار کرتے تھے۔ احمد خان "مجلہ فکر و نظر" میں لکھتے ہیں:

"معمولاتِ زندگی کی مختلف اشیاء کا تقریباً پچیس فیصد دباغت شدہ کھالوں سے تیار کیا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ پچیس فیصد جزوی طور پر کھالوں سے پایہ تکمیل کو پہنچتا تھا۔"(2)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عربوں کی معاشرتی زندگی میں مستعمل اشیاء میں نصف کا تعلق فنِ دباغت سے تھا۔ کاغذ کی عدم موجودگی کی وجہ سے چمڑے کی کھالیں تحریری کاموں کے لئے استعمال ہوتی تھیں۔ مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، طائف، جدہ، یمن اور بحرین اس صنعت کے اہم مراکز تھے۔ یمن کے مختلف شہروں اور قبائل میں صنعتِ دباغت کا رواج تھا۔ یمن میں آب و ہوا کے اعتدال، جانوروں کی کثرت اور قرظ کی موجودگی نے فن دباغت کو وہاں پر مروج کر دیا۔ یہاں کی کھالیں اور دباغت کی چیزیں عراق، ایران اور خراسان میں خشکی کے راستے سے برآمد کی جاتی تھیں۔ بحرین میں موسمی حالات کی موزونیت، جانوروں کی کثرت اور تاجر پیشہ افراد کی بآسانی رسائی سے اس صنعت نے فروغ پایا۔

دباغت کا فن عربوں کی معاشی اور معاشرتی زندگی میں اہم کردار کا حامل تھا۔ اس سے ان کی اقتصادی زندگی اس سے وابستہ تھی۔ شاید یہی وجہ ہے کہ قریباً ہر گھر، قریہ اور شہر میں یہ صنعت مروج تھی۔ لوگ ذاتی ضروریات کو پورا کرنے کے علاوہ تجارتی سامان بھی پیدا کرتے تھے۔ اکثر تاجر اس سے بنی ہوئی مصنوعات کو بیرونِ ملک

1 ابن سعد، طبقات الکبریٰ، 8:206

2 احمد خان، تاریخ عرب، فن دباغت، مجلہ فکر و نظر (اسلام آباد: ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، 1969ء)، ص: 211-212

بر آمد کر کے کثیر سرمایہ کماتے تھے۔

مبحث چہارم

پارچہ بافی اور فن دباغت دورِ حاضر کی خواتین کے لئے استفادہ کی صورتیں

قرن اول کی خواتین کی معاشی سرگرمیاں اور مختلف صنعتوں میں ان کی شمولیت دورِ حاضر کی مسلم خواتین کے لئے مشعلِ راہ ہے۔ ان نامور خواتین نے گھریلو امور کے ساتھ ساتھ پارچہ بافی اور دباغت جیسی دستکاریوں میں شریک ہو کر خاندان کی کفالت کی۔ اسی طرح فی زمانہ خواتین حالات وضروریات کے تقاضوں کے مطابق اپنی معاشی ضروریات کی خود کفیل ہو سکتی ہیں۔ پاکستان کی معیشت میں ٹیکسٹائل کی صنعت بہت ہی اہم کردار ادا کر رہی ہے۔ عصرِ حاضر میں ٹیکسٹائل اور دباغت کا ایک وسیع میدان عورتوں سے متعلق ہے۔ روزمرہ زندگی میں پارچہ بافی ہماری زندگی کے ہر گوشے میں شامل ہے۔ ان میں عورتوں کے ملبوسات کی تیاری، سلائی کڑھائی، ملبوسات پر فینسی کام، قالین بافی اور پارچہ بافی سے متعلق اشیا کی تیاری اور چمڑے سے بننے والی مختلف چیزیں شامل ہیں۔ ہم اپنے بستروں کی چادر، تکئے، گدے، تولیئے، بیگ اور جوتے پارچہ بافی کی صنعت سے حاصل کرتے ہیں۔ اگر خواتین چاہیں تو وہ اپنی فنی صلاحیتوں سے اچھا روزگار حاصل کر کے اپنے خاندان کی معاشی کفالت کا سامان مہیا کر کر سکتی ہیں۔ اس طرح گھریلو دستکاری کو احسن طریقے سے فروغ ملے گا۔

ٹیکسٹائل اور ریڈیمیڈ گارمنٹ کی صنعتوں میں خواتین کے لئے روزگار کی بے پناہ سہولتیں موجود ہیں۔ وہ اپنے فن اور فنی تعلیم سے خاطر خواہ کردار ادا کر کے ملکی زرِ مبادلہ میں اضافہ کر سکتی ہیں۔ یہ کام وہ بذاتِ خود بھی سرانجام دے سکتی ہیں اور اگر وہ ملازمین کے ذریعے کروانا چاہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ اس سلسلے میں حکومتِ پنجاب نے کچھ اقدامات کئے ہیں جو کہ قابلِ ستائش ہیں۔ مثال کے طور پر ووکیشنل ٹریننگ انسٹیٹیوٹ میں فیشن ڈیزائننگ، ٹیلرنگ اور کمپیوٹرائزڈ اپلی کیشنز کے تین سے آٹھ ماہ تک کورسز مفت کروائے جاتے ہیں اور ماہانہ وظیفہ بھی دیا جاتا ہے۔ خواتین کو چاہیئے کہ وہ ان سہولتوں سے کماحقہ مستفید ہوں۔

عہدِ حاضر میں مہنگائی اور گرانی کے عالم میں گھر کے معاشی حالات کو بہتر بنانے اور مرد کے ساتھ خاتونِ خانہ کو ہاتھ بٹانے کے لئے ہنر سیکھنا وقت کا تقاضا ہے۔ اس سے وہ اپنے خاندان کا معیارِ زندگی بہتر بنا سکتی ہیں۔ تعلیمی

اداروں میں طالبات کو ہوم اکنامکس کا مضمون پڑھایا جاتا ہے، جس میں وہ لباس کی تراش و سلائی، کڑھائی، بندھائی اور رنگائی سے دوپٹے اور ملبوسات تیار کرنا، بوتیک، کپڑے سے کھلونوں کو تیار کرنا، کارڈ بنانا وغیرہ سیکھ کر اور اپنی مصنوعات تیار کر کے تجارتی پیمانے پر ان کو فروخت کر کے اپنی معاشی زندگی کو سہولیات سے مزین کر سکتی ہیں۔
ریسرچ گیٹ کی رپورٹ کے مطابق:

> "پاکستانی خواتین ٹیکسٹائل کی صنعت کے تین بڑے شعبوں میں کام کرتی ہیں۔ ان شعبہ جات میں ٹیکسٹائل کی تعلیم، ڈیزائننگ اور روزمرہ استعمال میں آنے والی چیزوں کی پیداوار شامل ہیں۔ اعداد و شمار سے پتا چلتا ہے کہ ٹیکسٹائل کی ڈیزائننگ میں 60 فیصد سے زیادہ خواتین ہیں۔ ٹیکسٹائل ڈیزائننگ کے تعلیمی شعبہ میں بھی 60 فیصد سے زیادہ طالبات ہیں۔ نتائج یہ ظاہر کرتے ہیں کہ خواتین ٹیکسٹائل ڈیزائن میں اہم کردار ادا کر رہی ہیں۔ تحقیقات سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ روایتی ٹیکسٹائل کی ترقی میں زیادہ تر خواتین کی شرکت ہے"(1)

پاکستان انسٹی ٹیوٹ آف لیبر ایجوکیشن کے ادارے (پلر) کے اندازے کیمطابق اس صنعت میں 30 فیصد خواتین ہیں۔ لیکن کام کرنے کے حالات افسردہ ہیں۔ عورتوں کو محدود سہولیات کے ساتھ کم اجرت پر ملازمت دی جاتی ہے۔(2)

چمڑے کی صنعت پاکستانی معیشت میں برآمدات میں دوسرے نمبر پر ہے۔ یہ کل جی ڈی پی کا 5 فیصد ہے۔ پاکستان کو اعلیٰ کوالٹی کے چمڑے کی مصنوعات پیدا کرنے والا ملک سمجھا جاتا ہے۔ ایک اندازے کے مطابق ملک بھر میں 800 ٹینریز ہیں۔ پاکستان میں چمڑا اور اس کی مصنوعات کی بڑی مانگ ہے۔ اعلیٰ قسم کے ہینڈ بیگ، پرس، بیلٹس اور جیکٹ وغیرہ تیار کر کے ملکی ضروریات پوری کرنے کے علاوہ بیرونِ ملک بھی برآمد کئے جاتے ہیں۔ جس سے کثیر زرِ مبادلہ کمایا جاتا ہے۔ ان شعبہ جات میں خواتین اپنی شرکت سے خود کفالت کا سامان مہیا کر سکتی ہیں۔

ادارہ شماریات کی جاری کردہ رپورٹ نومبر 2022ء کے مطابق وطن عزیز پاکستان کی آبادی 22 کروڑ سے

1 Role of women in field of textile design towards development of Pakistani Textile Industry,May,2019,http// wwwresearchgate.net
2 gender.works.giz.com

تجاوز کر چکی ہے۔اس آبادی میں خواتین کی تعداد 10 کروڑ 87 لاکھ کے لگ بھگ ہے۔ضرورت اس امر کی ہے کہ ملک کے تمام تر شعبوں میں ایسی بامقصد اور متبادل سرگرمیوں کا آغاز کیا جائے، جن میں ملک کی اتنی بڑی آبادی جو خواتین پر مشتمل ہے ان کے لئے تعمیری و تخلیقی مواقع فراہم کئے جاسکیں۔ایسا ماحول فراہم کیا جائے جس میں خواتین اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر معاشی استحکام حاصل کر کے اپنی اور اپنے اہل و عیال کی ضروریات کو پورا کر سکیں۔سیمینارز اور میڈیا کے ذریعے لوگوں میں یہ شعور اجاگر کیا جائے کہ تاکہ مرد و خواتین اگرچہ جسمانی قوت وطاقت میں مختلف ضرور ہیں لیکن حقوق اور مقام و مرتبہ،عزت واحترام اور صلاحیتوں میں ان کے درمیان کوئی تفریق نہیں ہے۔

معیشت میں بھی خواتین کا کردار انتہائی اہمیت کا حامل ہے بلکہ یہ کہنا درست ہو گا کہ ہماری خواتین ملکی معیشت میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہیں۔ایک اندازے کے مطابق اگر ہماری خواتین جی ڈی پی کا حصہ بن جائیں تو 10 برسوں میں ملک کی جی ڈی پی دوگنا ہو جائے گی۔(1)

ایک سروے کے مطابق:

> "پاکستان کی کل افرادی قوت 59.74 ملین مرد و خواتین پر مشتمل ہے۔سماجی حالات کے جبر کی وجہ سے کل افرادی قوت میں خواتین کا حصہ محض 21۔5 فیصد ہے۔دوسری طرف وہ خواتین جو فیملی ورکرز کی حیثیت رکھتی ہیں۔ان کا تناسب 5.60 فیصد ہے۔"(2)

اس وقت پوری دنیا میں خواتین صنعتی پیداوار میں نمایاں کردار ادا کر رہی ہیں۔ان کا کام نہ صرف ان کے خاندان کی کفالت کرنا ہے بلکہ سماجی و معاشی ترقی میں ان کی خدمات کا بین ثبوت ہے۔خواتین میں تخلیقی صلاحیتیں قابلِ قدر ہیں، جن کو ان کے ذاتی فائدے اور بحیثیت مجموعی معاشرے کے مفاد کے لئے اجاگر کیا جاسکتا ہے۔ صنعت و حرفت میں خواتین کے لئے بہتر مواقع پیدا کرنے کی غرض سے انہیں جدید فنی تعلیم اور تربیت سے آراستہ کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے۔تعلیم یافتہ اور پیشہ وارانہ قابلیت کی حامل خواتین گھروں میں فارغ بیٹھنے کی بجائے کام کر کے اپنے خاندان بہتر کفالت کر کے مردوں کی معاونت کر سکتی ہیں۔یہی وجہ ہے کہ آج عورت

---

1 ملکی ترقی میں خواتین کا کردار،14 فروری،2022،http//www express.com

2 نعیم قاسم،خواتین کا معاشرتی کردار،نوید فکر،10 مئی 2015

مختلف کارخانوں اور نجی اداروں میں ملازمت کرتے ہوئے دکھائی دیتی ہے۔ لیکن ابھی اس میں مزید پیش رفت کی چنداں ضرورت ہے۔

نتائج بحث:

1) ظہورِ اسلام کے وقت دیگر صنعتوں کے علاوہ پارچہ بافی اور دباغت کی صنعتیں بھی عربوں کی معاشی زندگی کا ایک اہم حصہ تھیں۔

2) یہ صنعتیں گھریلو صنعتوں (Cottage Industry) کا درجہ رکھتی تھیں۔ مرد وخواتین دونوں ان میں مہارت کے حامل تھے۔

3) قرنِ اول کی خواتین نے جہاد اور اشاعتِ اسلام کے ساتھ ساتھ گھریلو امور اور معاشی سرگرمیوں کو باحسن وخوبی سرانجام دیا۔

4) ذاتی اور اہل وعیال کی خود کفالت کے علاوہ بعض خواتین خیرات وصدقات کے لئے بھی ان صنعتوں کو اپنائے ہوئے تھیں۔

5) ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی فن دباغت اور پارچہ بافی میں شرکت سے ان صنعتوں کی معاشی اور معاشرتی دوچند ہو جاتی ہے۔

6) مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، طائف، جدہ، یمن اور بحرین کے بعض شہر اور قصبات پارچہ بافی اور فن دباغت میں شہرت کے حامل تھے۔

7) ٹیکسٹائل اور دباغت کی مصنوعات جزیرۃ العرب کے علاوہ بیرونِ ملک تجارت کا ذریعہ تھیں۔

سفارشات:

1) فن دباغت اور پارچہ بافی کے حوالے سے عصرِ حاضر کی خواتین کو صحابیات اور تابعیات کی زندگیوں کے معاشی اور فنی پہلوؤں کو اجاگر کیا جائے۔

2) دورِ حاضر میں خواتین کو کسبِ معاش کی مختلف صنعتوں اور دستکاریوں میں کام کرنے مواقع فراہم کئے جائیں۔

3) خواتین کو ہنر مند بنانے کے لئے تحصیل اور ضلع کی سطح پر فنی تعلیمی ادارے قائم کیے جائیں۔ ووکیشنل انسٹی ٹیوٹس اور دیگر تعلیمی اداروں میں حالاتِ حاضرہ کے تقاضوں کے مطابق ٹیکسٹائل اور دباغت کی صنعتوں کے حوالے سے مضامین کا اجراء کیا جائے۔

4) ہنر مند خواتین(Skilled women) کے لئے روزگار کے مواقع ان کے فطری مزاج کے مطابق پیدا کئے جائیں۔

5) کام کرنے والی خواتین کے لئے مناسب طبی سہولتوں، ٹرانسپورٹ اور باسہولت اوقاتِ کار کا بندوبست کیا جائے۔

6) ہنر مند خواتین کو لیبر قوانین کے تحت مکمل سماجی و معاشی تحفظ فراہم کیا جائے۔

7) ملازمت کے دوران خواتین کی عزت و حرمت کے تحفظ کے لئے اقدامات کئے جائیں۔

8) مردوزن کے اختلاط سے جنم لینے والی معاشرتی برائیوں کے سدِباب کے لئے انہیں علیحدہ سے کام کرنے سہولت دی جائے۔